اسلام اور علم جدید

جناب محترم وحید الدین خان

کائنات خدا کی شہادت دیتی ہے

اس پر حکمت اور پیچیدہ نظام کائنات کی توجیہ صرف "اتفاق" سے کرنا ایسا ہے کہ کچھ بندر ٹائپ رائٹر پر بیٹھ جائیں اور کروڑوں سال اسے پیٹتے رہیں اور "اتفاقاً" ان کے سیاہ کئے ہوئے کاغذات کے ڈھیر سے آخری کاغذ پر شیکسپیئر یا مولانا روم یا اقبال و غالب کی کوئی نظم نکل آئے۔

مخالفین مذہب کائنات کے حیرت انگیز نظم اور اس کے اندر غیر معمولی حکمت و معنویت کو بطور واقعہ تسلیم کرتے ہوئے اس کی دوسری توجیہ کرتے ہیں۔ اس میں انہیں کسی ناظم و مدبّر کا اشارہ نہیں ملتا۔ بلکہ یہ سب کچھ ان کے نزدیک محض "اتفاق" سے ہو گیا ہے۔ ٹی۔ ایچ ہکسلے کے الفاظ میں چھ بندر اگر ٹائپ رائٹر پر بیٹھ جائیں اور کروڑوں سال تک اسے پیٹتے رہیں تو ہو سکتا ہے کہ ان کے سیاہ کئے ہوئے کاغذات کے ڈھیر میں سے آخری کاغذ پر شیکسپئر کی ایک نظم (SONNET) نکل آئے۔ اسی طرح اربوں اور کھربوں سال مادہ کے اندھا دھند گردش کے دوران میں موجودہ کائنات بن گئی ہے۔

THE MYSTERIOUS UNIVERS, 3-4

یہ بات اگرچہ بجائے خود بالکل لغو ہے۔ کیونکہ ہمارے آج تک کے تمام علوم ایسے کسی اتفاق سے قطعاً ناواقف ہیں جس کے نتیجہ میں اتنا عظیم، اس قدر بامعنی اور مستقل واقعہ وجود میں آجائے، جیسی کہ یہ کائنات ہے۔ بلاشبہ ہم بعض اتفاقات سے واقف ہیں۔ مثلاً ہوا کا جھونکا کبھی سرخ گلاب کے زیرہ (POLLEN) کو اڑاکر سفید گلاب پر ڈال دیتا ہے جس کے نتیجہ میں زرد رنگ کا پھول کھلتا ہے۔ مگر اس قسم کا اتفاق صرف ایک جزوی اور استثنائی واقعہ کی توجیہہ کرتا ہے۔ وہ گلاب کے پورے وجود، کائنات کے اندر ایک حالت میں اس کی مسلسل موجودگی اور سارے نظام عالم سے اس کا حیرت انگیز ربط ہوا کے اتفاقی جھونکے سے سمجھا نہیں جا سکتا۔ "اتفاقی واقعہ" کے لفظ میں ایک جزوی صداقت ہونے کے باوجود کائنات کی توجیہہ کے اعتبار سے وہ ایک لغو بات ہے۔ پروفیسر ایڈون (EDWIN CONKLIN) کے الفاظ میں زندگی کا بذریعہ حادثہ (ACCIDENT)

وقوع میں آجانا ایسا ہی ہے جیسے کسی پریس میں دھماکہ ہوجانے سے ایک ضخیم لغت کا تیار ہوجانا۔

THE EVIDENCE OF GOD P.174.

کہا جاتا ہے کہ "اتفاق" کے حوالے سے کائنات کی توجیہہ کوئی الل ٹپ بات نہیں ہے۔ بلکہ سر جیمز جینز کے الفاظ میں وہ خالص ریاضیاتی قوانین اتفاق (PURELY MATHEMATICAL LAWS OF CHANCE) پر مبنی ہے۔
ایک مصنف لکھتا ہے:

"اتفاق" (CHANCE) محض ایک فرضی چیز نہیں ہے۔ بلکہ ایک بہت ہی ترقی یافتہ حسابی نظریہ ہے جس کا اطلاق ان امور پر کیا جاتا ہے جن میں قطعی معلومات ممکن نہیں ہوتیں۔ اس نظریے کے ذریعہ ایسے بے لاگ اصول ہمارے ہاتھ آجاتے ہیں، جن کی مدد سے ہم صحیح اور غلط میں بآسانی امتیاز کر سکتے ہیں۔ اور کسی خاص نوعیت کے واقعہ کے صادر ہونے کے امکانات کا حساب لگا کر صحیح صحیح اندازہ کر سکتے ہیں کہ اتفاقاً اس کا پیش آجانا کس حد تک ممکن ہے۔

THE EVIDENCE OF GOD, P-23

اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ مادہ کسی خام حالت میں خود سے کائنات میں موجود ہوگیا۔ اور پھر یہ بھی فرض کر لیں کہ اس میں عمل اور ردِ عمل کا ایک سلسلہ بھی اپنے آپ شروع ہوگیا ——— اگرچہ ان مفروضات کے لئے کوئی بنیاد نہیں ہے۔ جب بھی کائنات کی توجیہہ حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہاں ایک اور اتفاق مخالفین مذاہب کی راہ میں حائل ہو گیا ہے۔ بدقسمتی سے ہماری ریاضیات جو قانونِ اتفاق کا قیمتی نکتہ ہمیں دیتی ہے، وہی اس بات کی تردید بھی کر رہی ہے کہ قانون، موجودہ کائنات کا خالق ہو سکتا ہے۔ کیونکہ سائنس نے معلوم کر لیا ہے کہ ہماری دنیا کی عمر اور جسامت کیا ہے۔ اور جو عمر اور جسامت اس نے معلوم کی ہے، وہ قانون اتفاق کے تحت موجودہ دنیا کے وقوع میں آنے کے لئے بالکل ناکافی ہے۔

"اگر تم دس سکے لو اور ان پر ایک سے دس تک نشان لگا دو۔ اس کے بعد انہیں اپنی جیب میں ڈال کر اچھی طرح ملا دو۔ اب ان کو ایک سے دس تک بالترتیب اس طرح نکالنے کی کوشش کرو کہ ایک سکہ کو نکالنے کے بعد ہر بار اس کو دوبارہ جیب میں ڈال دو ——— یہ امکان کہ نمبر ایک کا سکہ پہلی بار تمہارے ہاتھ میں آجائیں سو میں ایک ہے، یہ امکان کہ ایک، دو اور تین نمبر سلسلہ وار تمہارے ہاتھ میں آجائیں ایک ہزار میں ایک ہے۔ یہ امکان کہ ایک، دو، تین اور چار نمبر کے سکے بالترتیب نکل آئیں دس ہزار میں ایک ہے۔ یہاں تک کہ یہ امکان کہ ایک سے دس تک تمام سکے بالترتیب تمہارے ہاتھ میں آجائیں دس بلین (دس ارب) میں صرف ایک بار ہے۔"

یہ مثال نقل کرنے کے بعد کریسی مارلین (A CRESSY MORRISON) لکھتا ہے:

"THE OBJECT IN DEALING WITH SO SIMPLE A PROBLEM IS TO SHOW HOW ENORMOUSLY FIGURES MULTIPLY AGAINST CHANCE." (MAN DOES NOT STAND ALONE, P-17)

یعنی یہ سادہ مثال اس لئے دی گئی تاکہ یہ امر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ واقعات کی تعداد کی نسبت سے امکانات کی تعداد کتنی زیادہ ہوتی ہے۔

اب اندازہ کیجئے کہ اگر سب کچھ محض اتفاق سے ہو گیا ہے، تو اس کے لئے کتنی مدت درکار ہوگی —— ذی حیات اشیاء کی ترکیب زندہ خلیوں (LIVING CELLS) سے ہوتی ہے، خلیہ ایک نہایت چھوٹا اور پیچیدہ مرکب ہے جس کا مطالعہ علم الخلیہ (CYTOLOGY) میں کیا جاتا ہے۔ ان خلیوں کی تعمیر میں جو اجزاء کام آتے ہیں ان میں سے ایک پروٹین ہے۔ پروٹین ایک کیمیائی مرکب ہے جو پانچ عناصر کے ملنے سے وجود میں آتا ہے۔ کاربن، ہائیڈروجن، نائٹروجن، آکسیجن اور گندھک۔ پروٹینی سالمہ (MOLECULE) ان عناصر کے تقریباً چالیس ہزار جواہر (ATOMS) پر مشتمل ہوتا ہے۔

کائنات میں سو سے زیادہ کیمیائی عناصر بالکل منتشر اور بے ترتیب بکھرے ہوئے ہیں۔ اب اس امر کا امکان کس حد تک ہے۔ کہ ان تمام عناصر کے بے ترتیب ڈھیر میں سے نکل کر یہ پانچوں عناصر اس طرح باہم ملیں کہ ایک پروٹینی سالمہ آپ سے آپ وجود میں آجائے۔ مادے کی وہ مقدار جسے مسلسل ہلانے سے اتفاقاً یہ نتیجہ نکل سکتا ہو، اور وہ مدت جس کے اندر اس کام کی تکمیل ممکن ہو، حساب لگا کر معلوم کی جا سکتی ہے۔

سوئٹزرلینڈ کے ایک ریاضی دان پروفیسر چارلس ایوجین گائی (CHARLES-EUGENE GUYE) نے اس کا حساب لگایا ہے۔ اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ اس طرح کے کسی اتفاقی واقعہ کا امکان 10^{160} کے مقابلے میں صرف ایک درجہ ہو سکتا ہے۔ (10^{160} کا مطلب یہ ہے کہ دس کو دس سے ایک سو ساٹھ مرتبہ پے در پے ضرب دیا جائے۔ دوسرے لفظوں میں دس کے آگے ایک سو ساٹھ صفر) ظاہر ہے کہ ایک ایسا عدد ہے جس کو الفاظ کی زبان میں ظاہر کرنا مشکل ہے۔[1]

صرف ایک پروٹینی سالمہ کے اتفاقاً وجود میں آنے کے لئے پوری کائنات کے موجودہ مادہ سے کروڑوں گنا زیادہ مقدار مادہ مطلوب ہوگی جسے یکجا کر کے ہلایا جائے اور اس عمل سے کوئی نتیجہ برآمد ہونے کا امکان 10^{243} سال بعد ہے۔

پروٹین، امینو ایسڈ (AMINO ACIDS) کے لمبے سلسلوں سے وجود میں آتے ہیں۔ اس میں سب سے زیادہ اہمیت اس طریقہ کی ہے جس سے یہ سلسلے باہم ملیں۔ اگر یہ غلط شکل میں یکجا ہو جائیں تو زندگی کی بقاء کا ذریعہ بننے کی بجائے مہلک زہر بن جاتے ہیں۔ پروفیسر جے۔ بی لیڈز (J. B. LEATHES) نے حساب لگایا ہے۔ کہ

---

[1] واضح ہو کہ ہمارے انتہائی عدد —— مہاسنکھ —— میں دس کے آگے ۱۸ صفر لگتے ہیں۔

ایک سادہ سے پروٹین کے سلسلوں کو اربوں اور کھربوں (۱۰^۴۸) طریقے سے یکجا کیا جاسکتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ یہ تمام امکانات ایک پروٹینی سالمہ کو وجود میں لانے کے لئے محض اتفاق سے یکجا ہو جائیں۔

واضح ہو کہ اس انتہائی بعید امکان کا مطلب بھی یہ نہیں ہے کہ بے شمار مدّت کی تکرار کے بعد لازماً یہ واقعہ ظہور میں آجائے گا۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ممکن ہے کہ ایسا ہو جائے۔ دوسری طرف یہ امکان بھی ہے کہ ہمیشہ دہراتے رہنے کے باوجود کبھی بھی ایسا کوئی واقعہ ظہور میں نہ آئے۔

پھر پروٹین خود محض ایک کیمیائی شے ہے جس میں زندگی موجود نہیں ہوتی پروٹین کے خلیہ کا جزء بننے کے بعد اس میں زندگی کی حرارت کیسے پیدا ہوئی۔ اس کا جواب اس توجیہہ میں نہیں ہے۔ پھر یہ بھی خلیہ کے صرف ایک ترکیبی جزو پروٹین کے صرف ایک ناقابل مشاہدہ ذرہ کے وجود میں آنے کی توجیہہ ہے۔ جب کہ صرف ایک ذی حیات جسم کے اندر سنکھ مہاسنکھ کی تعداد میں ایسے مرکبات ہوتے ہیں۔

لے کامٹے ڈو نوائے (LECOMTE DU NOUY) نے اس پر بہت عمدہ اور مفصل بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس طرح کے امکان کے ظہور میں آنے کے لئے جس وقت جس مقدار مادہ اور جس پہنائی کی ضرورت ہوگی وہ ہمارے تمام اندازوں سے ناقابل یقین حد تک زیادہ ہے۔ اس کے لئے ایک ایسے عالم کی ضرورت ہے جس کا دائرہ اتنا بڑا ہو جس میں روشنی ۱۰^۸۲ سال نور (دس کے آگے ۸۲ صفر) سفر کر کے اس کو پار کر سکتی ہو۔ یہ حجم موجودہ کائنات سے بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ ہماری بعید ترین کہکشاں کی روشنی چند ملین سال نور میں ہم تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آئن سٹائن نے کائنات کی وسعت کا جو اندازہ کیا ہے۔ وہ اس عمل کے لئے قطعاً ناکافی ہے۔ پھر اس مفروضہ کائنات میں پانچ سو ملین حرکت فی سکنڈ کی رفتار سے مادہ کی مفروضہ مقدار کو ہلایا جائے تب کہیں اس امر کا امکان پیدا ہوگا کہ پروٹین کا ایک ایسا سالمہ اتفاق سے وجود میں آئے جو زندگی کے لئے ضروری اور مفید ہے۔ اور اس سارے عمل کے لئے جس مدّت کی ضرورت ہے۔ وہ ۱۰^۲۴۳ (دس کے آگے ۲۴۳ صفر) بلین سال ہے۔ مگر "ہمیں بھولنا نہیں چاہئے"، ڈو نوائے لکھتا ہے "کہ زمین صرف دو بلین سال سے موجود ہے۔ اور یہ کہ زندگی کی ابتداء صرف ایک بلین سال پہلے ہوئی۔ جبکہ زمین ٹھنڈی ہوئی" HUMAN DESTINY , 30-36

سائنس نے اگرچہ ساری کائنات کی عمر دریافت کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ موجودہ کائنات پچاس کھرب سال سے موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ طویل عمر بھی ایک مطلوبہ پروٹینی سالمہ کو اتفاقاً وجود میں لانے کے لئے ناکافی ہے۔ مگر جہاں تک زمین کا تعلق ہے جس پر ہماری معلوم زندگی پیدا ہوئی اس کی عمر تو نہایت قطعیت کے ساتھ معلوم کر لی گئی ہے۔

ماہرین فلکیات کے اندازے کے مطابق زمین سورج کا ایک ٹکڑا ہے جو کسی بڑے ستارے کی کشش سے

ٹوٹ کر فضا میں گردش کرنے لگا تھا۔ اس وقت زمین سورج کی مانند ایک مجسم شعلہ تھی جس میں کسی بھی قسم کی زندگی پیدا ہونے کا کوئی سوال نہیں تھا۔ اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ ٹھنڈی ہو کر منجمد ہوئی۔ اس انجماد ہی کے بعد یہ امکان پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس میں زندگی کا آغاز ہو۔

زمین کی عمر جب سے کہ وہ ٹھوس ہوئی مختلف طریقوں سے نہایت صحیح طور پر معلوم کی جاسکتی ہے۔ ان میں سب سے عمدہ طریقہ تابکار عناصر (RADIO-ACTIVE ELEMENTS) کی دریافت سے ہوا ہے۔ تابکار عناصر کے ایٹم کے برقی ذرات ایک خاص تناسب سے مسلسل خارج ہوتے رہتے ہیں۔ اور اسی لئے وہ ہم کو روشن نظر آتے ہیں۔ اس اخراج یا انتشار کی وجہ سے ان کے برقی ذرات کی تعداد گھٹتی رہتی ہے۔ اور وہ دھیرے دھیرے غیر تابکار دھات میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ یورینیم اسی قسم کا ایک تابکار عنصر ہے۔ وہ عمل انتشار کی وجہ سے ایک خاص اور متعین شرح سے سیسہ میں تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ یہ پایا گیا ہے کہ اس تبدیلی کی شرح کسی بھی سخت ترین حرارت یا دباؤ سے متاثر نہیں ہوتی۔ ہم تبدیلی کی اس رفتار کو اٹل سمجھنے میں حق بجانب ہیں۔ یورینیم کے ٹکڑے مختلف چٹانوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور بلاشبہ وہ اس وقت سے چٹان کا جزو ہیں جبکہ یہ چٹان منجمد ہوئی۔ یورینیم کے ساتھ ہم سیسہ پاتے ہیں۔ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ تمام سیسہ جو یورینیم کے ساتھ پایا جاتا ہے، وہ یورینیم کے انتشار ——— (DISINTEGRATION OF URANIUM) سے وجود میں آیا ہے۔ کیونکہ یورینیم سے بنا ہوا سیسہ عام سیسے سے کچھ ہلکا ہوتا ہے۔ اس لئے سیسہ کے کسی بھی ٹکڑے کے بارے میں یہ کہنا ممکن ہے کہ وہ یورینیم سے بنا ہے یا نہیں۔ اس سے ہم حساب لگا سکتے ہیں کہ یورینیم جس چٹان میں ہے وہاں کتنی مدت سے اس پر انتشار کا عمل ہو رہا ہے۔ اور چونکہ یورینیم چٹان میں اس وقت سے ہے جب کہ وہ چٹان منجمد ہوئی۔ اس لئے ہم اس کے ذریعہ سے خود چٹان کے انجماد کی مدت معلوم کر سکتے ہیں۔

اس طرح کے اندازے بتاتے ہیں کہ چٹان کے انجماد کو کم از کم چودہ سو ملین سال گزر چکے ہیں، یہ اندازے ان چٹانوں کے مطالعہ پر مبنی ہیں جو ہمارے علم کے مطابق زمین کی قدیم ترین چٹانیں ہیں۔ کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے زمین کی عمر اس سے بہت زیادہ مثلاً دگنا اور تگنا ہو۔ مگر ارضیاتی مشاہدہ کے دوسرے شواہد اس طرح کے غیر معمولی اندازوں کی تردید کرتے ہیں۔ چنانچہ جے۔ ڈبلیو۔ این۔ سولیون نے زمین کی عمر کا ایک بہتر اوسط دو ہزار ملین سال قرار دیا ہے[1] اب ظاہر ہے کہ جب صرف ایک غیر ذی روح پروٹینی سالمہ کے مرکب کو اتفاقاً وجود میں لانے کے لئے سنکھ ہا سنکھ سے بھی زیادہ مدت درکار ہے تو صرف دو ہزار ملین سال میں زمین کی سطح پر زندہ اور مکمل

---

1. LIMITATIONS OF SCIENCE, P-78

اجسام رکھنے والے حیوانات کی دس لاکھ سے زیادہ اور نباتات کی دو لاکھ سے زیادہ اقسام کیسے وجود میں آگئیں اور ہر قسم میں لاتعداد حیوانات و نباتات پیدا ہو کر خشکی اور تری کیسے پھیل گئے۔ اور پھر انہیں ادنیٰ درجہ کی ذی روح اشیاء سے اتنی قلیل مدت میں انسان جیسی اعلیٰ مخلوق اتفاقاً کیسے وجود میں آگئی جب کہ نظریۂ ارتقاء انواع میں جن اتفاقی تبدیلیوں کے اوپر اپنی بنیاد کھڑی کرتا ہے۔ ان میں سے ہر تبدیلی کا حال یہ ہے کہ ماہر ریاضی پاچو (PATAU) نے حساب لگایا ہے کہ کسی ذی حیات میں نئی تبدیلی کو مکمل ہوتے ہوتے دس لاکھ پشتوں کے گزر جانے کا امکان ہے۔[لے] اس سے اندازہ کیجئے کہ اگر محض ارتقاء کے اندھے مادی عمل کے ذریعہ کتے کی طرح پانچ انگلیاں رکھنے والے جد امجد کی نسل میں بیشمار تبدیلیوں کے جمع ہونے سے گھوڑے جیسا مختلف جانور بن گیا ہے۔ تو اس کے بننے میں کتنا عرصہ درکار ہوگا۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امریکی عالم عضویات ایم۔ بی۔ کریڈر (MARLIN BOOKS KREIDER) کے الفاظ کس قدر صحیح ہیں:

THE MATHEMATICAL PROBABILITY OF A CHANCE OCCURRENCE OF ALL THE NECESSARY FACTORS IN THE RIGHT PROPORTION IS ALMOST NIL.

THE EVIDENCE OF GOD, P-67

یعنی تخلیق کے تمام ضروری اسباب کا صحیح تناسب کے ساتھ اتفاقاً اکٹھا ہو جانے کا امکان ریاضیاتی طور پر قریب قریب نفی کے برابر ہے۔

یہ طویل تجزیہ محض اتفاقی پیدائش کے نظریے کی لغویت واضح کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ "اتفاق" سے نہ کوئی ایٹم یا مادے کیول وجود میں آسکتا ہے۔ اور نہ وہ ذہن پیدا ہو سکتا ہے، جو یہ سوچ رہا ہے کہ کائنات کیسے وجود میں آئی۔ خواہ اس کے لئے کتنی ہی طویل مدت فرض کی جائے۔ یہ نظریہ نہ صرف ریاضیاتی طور پر محال ہے بلکہ منطقی حیثیت سے بھی وہ اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتا۔ یہ ایسی ہی لغو بات ہے جیسے کوئی کہے کہ ایک گلاس پانی فرش پر گرنے سے دنیا کا نقشہ مرتب ہو سکتا ہے۔ ایسے شخص سے بجا طور پر پوچھا جا سکتا ہے کہ اس اتفاق کے پیش آنے کے لئے فرش، کشش ارضی، پانی اور گلاس کہاں سے وجود میں آگئے۔

علم حیاتیات کا مشہور عالم ہیکل (HAEEKEL) نے کہا تھا ــــ "مجھے ہوا، پانی، کیمیائی اجزا اور وقت دو، میں ایک انسان بنا دوں گا۔" مگر یہ کہتے ہوئے وہ بھول گیا کہ اس اتفاق کو وجود میں لانے کے لئے ایک ہیکل اور مادی حالات کی موجودگی کو ضروری قرار دے کر وہ خود اپنے دعوے کی تردید کر رہا ہے۔ بہت

لے THE EVIDENCE OF GOD, P-117

خوب کہا ہے مارسین نے:

"ہیکل نے یہ کہتے ہوئے جین (GENES) اور خود زندگی کے مسئلہ کو نظر انداز کر دیا۔ انسان کو وجود میں لانے کے لئے اس کو سب سے پہلے ناقابل مشاہدہ ایٹم فراہم کرنے ہوں گے، پھر ان کو مخصوص ڈھنگ سے ترتیب دے کر جین بنانا ہوگا۔ اور اس کو زندگی دینی ہوگی۔ پھر بھی اسکی اس اتفاقی تخلیق کا امکان کروڑوں میں ایک کا ہے۔ اور بالفرض اگر وہ کامیاب بھی ہو جائے تو اس کو وہ اتفاق (ACCIDENT) نہیں کہہ سکتا بلکہ وہ اس کو اپنی ذہانت (INTELLIGENCE) کا ایک نتیجہ قرار دے گا۔"

MAN DOES NOT STAND ALONE, P. 87

اس بحث کو میں ایک امریکی عالم طبیعیات جارج ارل ڈیوس (EARL DAWIS) کے الفاظ پر ختم کروں گا:

"اگر کائنات خود اپنے آپ کو پیدا کر سکتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اپنے اندر خالق کے اوصاف رکھتی ہے۔ ایسی صورت میں ہم یہ ماننے پر مجبور ہوں گے کہ کائنات خود خدا ہے۔ اس طرح اگرچہ ہم خدا کے وجود کو تو تسلیم کر لیں گے۔ لیکن وہ نرالا خدا ہوگا جو بیک وقت ما فوق الفطرت بھی ہوگا اور مادی بھی۔ میں اس طرح کے کسی مہمل تصور کو اپنانے کی بجائے ایک ایسے خدا پر عقیدے کو ترجیح دیتا ہوں جس نے عالم مادی کی تخلیق کی ہے۔ اور اس عالم کا وہ خود کوئی جزو نہیں۔ بلکہ اس کا فرمانروا اور ناظم و مدبر ہے۔"

THE EVIDENCE OF GOD. P. 71

دیانتداری اور خدمت ہمارا شعار ہے
ہم اپنے ہزاروں کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرتے ہیں
جنہوں نے
پستول مارکہ آٹا استعمال کر کے ہماری حوصلہ افزائی کی!
نوشہرہ فلور ملز — جی ٹی روڈ — نوشہرہ۔ فون ۱۲۶

پی سی ٹی مارکہ پرزہ جات سائیکل
پاکستان میں سب سے اعلیٰ اور معیاری
بٹ سائیکل سٹور نیلا گنبد لاہور
فون ۶۵۳۰۹